تعلیم......تربیت......نفسیات

مولانا عبدالمجید
ناظم مرکزی دفتر وفاق

علم کے معنیٰ ہیں سیکھنا، جاننا، ہر انسان یہ چاہتا ہے کہ وہ اتنا کچھ سیکھ لے جس کی بدولت ترقی کی منازل طے کرتا چلا جائے۔ علم حاصل کرنے کے دو مراحل ہیں: نظریہ تعلیم اور طریقہ تعلیم......مطالعہ اور مشاہدہ سے نظریہ ترتیب پاتا ہے جب کہ طریقہ سے عملی طور پر نکھار پیدا ہوتا ہے۔ مشاہدہ انسان کی شخصیت کی ابتدا ہے، اس سے انسان میں سوچ پیدا ہوتی ہے، سوچ انسان کے سیکھنے کی بنیاد بنتی ہے۔ ہر انسان ماں کی گود سے مشاہدہ کے ذریعے سیکھنا شروع کر دیتا ہے، اس کے بعد اپنے اردگرد کے ماحول سے سیکھتا ہے اور پھر درسگاہ سے باقاعدہ علم حاصل کرتا ہے۔

حصول علم کی خاطر جہاں کتاب (نصاب تعلیم) کا ہونا ضروری ہے، وہاں معلم کی اہمیت وضرورت بھی مسلم ہے۔ اگر معلم کی ضرورت نہ ہوتی تو انبیاء کرام کا سلسلہ نہ ہوتا۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے انسان کی تعلیم وتربیت کے لئے صحائف اور کتابوں کے ساتھ تقریباً ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاء کرام بھی بھیجے ہیں اور سب سے آخری امت کے لئے کلام اللہ بھی بھیجا اور خاتم المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کو مبعوث فرمایا اور قانون الٰہی کے ذریعے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو شارح کلام اللہ قرار دیا گیا: ''ما اٰتکم الرسول فخذوہ وما نھٰکم عنه فانتھوہ'' [سورۃ الحشر]۔ اسی طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کو لازم قرار دیا گیا ہے ''ومن یطع الرسول فقد اطاع اللہ''۔

معلم کا بہت بلند مقام اور مرتبہ ہے۔ اس کا اندازہ اس حدیث مبارکہ سے لگایا جا سکتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا'' انما بعثت معلما '' کہ مجھے معلم بنا کر بھیجا گیا۔ جس طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے زندگی کے باقی تمام شعبوں کے لئے عملی نمونہ دیا ہے، اسی طرح خود معلم بن کر معلم کو عزت اور مقام بخشا ہے۔ حصول علم کے لئے ضروری ہے کہ معلم کی قدر کی جائے اور معلم کے لئے بھی ضروری ہے کہ وہ اپنے مقام اور مرتبہ کو پہچانے......صفہ

کی درسگاہ پہلی اسلامی درسگاہ تھی، جس میں آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم سے تعلیم وتربیت حاصل کرنے والی جماعت نے چاردانگ عالم میں اسلام کا بول بالا کردیا۔

خلیفہ ہارون الرشید کے صاحبزادے حضرت امام ابویوسف کے شاگرد تھے، ایک دن خلیفہ نماز کے بعد مسجد سے باہر آنے لگے تو دیکھا کہ ان کے صاحبزادے بھاگ رہے ہیں اور ہاتھ میں ایک ایک جوتا اٹھایا ہوا ہے۔ وہ بھاگتے ہوئے گئے اور امام ابویوسفؒ کے جوتے سیدھے کرکے ان کے سامنے رکھ دیے۔ خلیفہ نے جب یہ منظر دیکھا تو امام ابویوسف سے کہا کہ ’’ہم کیا بادشاہ ہیں، اصل بادشاہ تو آپ ہیں کہ خلیفہ کے بیٹے جس کے جوتے سیدھے کرتے ہیں‘‘۔

ایک مرتبہ امام اعظم ابوحنیفہؒ درس دے رہے تھے کہ دوران درس بار بار اٹھتے اور بیٹھتے، بالآخر حاضرین نے پوچھا کہ حضرت کیا معاملہ ہے؟ آپؒ نے فرمایا کہ ’’میرے استاد کا بچہ کھیل کود رہا ہے، جب کھیلتا ہوا میری نظروں کے سامنے آتا ہے تو میں کھڑا ہوجاتا ہوں اور جب نظروں سے اوجھل ہوجاتا ہے تو میں بیٹھ جاتا ہوں‘‘۔

تاہم جہاں معلم کا اتنا بڑا مقام اور فضیلت ہے، وہاں اس پر ملت کے مستقبل کے معماروں کی تعلیم وتربیت جیسی بہت بڑی ذمہ داری بھی عائد ہوتی ہے، معلم کو اس کا حق ادا کرنا چاہئے۔

افراد کے ہاتھوں میں ہے اقوام کی تقدیر	ہر فرد ہے ملت کے مقدر کا ستارہ

اس کی خاطر معلم کو درج ذیل خصوصیات کا حامل ہونا چاہئے اور ان اصولوں پر کاربند ہوکر کام کرنا چاہئے:

☆…… معلم کو اعلیٰ تعلیمی قابلیت کا حامل ہونا چاہئے، بالخصوص جن علوم کی تعلیم وتدریس کے لئے اسے منتخب کیا گیا ہے یا ذمہ داری تفویض کی گئی ہے، ان علوم پر اسے مکمل عبور اور دسترس حاصل ہونی چاہیے۔

☆…… نیز مطلوبہ تعلیمی قابلیت کے ساتھ ساتھ اسے اپنی شخصیت پر پورا اعتماد بھی ہونا چاہئے۔ طلبہ کو جس اعتماد اور بھروسے کے ساتھ پڑھائے گا اتنا ہی طلبہ میں علم راسخ ہوگا۔ پھر خوداعتمادی کی یہ خصوصیت طلبہ میں منتقل ہوکر ان میں بھی خوداعتمادی پیدا کرے گی۔

☆…… آج کل زندگی کے ہر میدان میں مقابلے کی فضا ہے، تعلیم کے شعبے میں بھی بہت زیادہ مقابلے کی کیفیت ہے۔ اس لئے پیشہ ورانہ تربیت کی بھی بہت اہمیت ہے۔ معلم کو اپنے شعبہ کی پیشہ ورانہ تربیت حاصل کرنی چاہئے، اس سے تدریس میں مزید نکھار آئے گا۔

☆…… پابندی وقت کی ضرورت واہمیت روز روشن کی طرح عیاں ہے، طلبہ کو یہ خوبی بھی اپنے اساتذہ سے حاصل ہوگی۔ اگر اساتذہ اوقات کی پابندی کریں گے، طلبہ بھی وقت پر آنے کی عادت اپنائیں گے، جو کہ آئندہ عملی زندگی

میں کامیابی کا زینہ بنے گی۔

☆...... اسی طرح ایک معلم کے لئے یہ بھی ضروری ہے کہ وہ جس ادارے میں درس وتدریس اور تعلیم وتربیت سے وابستہ ہے اس ادارے کے قواعد وضوابط کی خود بھی پابندی کرے اور اپنے تلامذہ اور طلبہ کو بھی اس کا پابند بنائے۔ ادارے کے نظم وضبط اور قواعد کی پاسداری لازم ہے اور ادارے کی اشیاء کی حفاظت کرنی چاہئے۔

عموماً طلبہ پر یہ طعن وتشنیع ہوتی ہے کہ انہیں پڑھنے کا شوق نہیں، محنت سے گھبراتے ہیں اور اپنے مستقبل کی فکر نہیں......لیکن موجودہ دور کے اساتذہ سے بھی یہ شکوہ بجا ہے کہ اپنے فرائض منصبی سے بطریق احسن عہدہ برآ نہیں ہوتے......اگرچہ ایسے لوگ کم ہوتے ہیں۔ اس لئے استاد کو اپنی ذمہ داریوں کا پورا ادراک ہونا چاہئے اور اپنے منصب کی پاسداری کرنی چاہئے۔ ایک فرض شناس استاد اپنے طلبہ کی بہترین تعلیم وتربیت اور رہنمائی کرسکتا ہے۔

☆...... مافی الضمیر کی بحسن وخوبی ادائیگی ایک بہت اعلیٰ صفت ہے۔ اگر یہ کہا جائے کہ تمام صلاحیتوں پر یہ خوبی سونے پر سہاگہ کا کام کرتی ہے تو بے جا نہ ہوگا۔ جس قدر اچھے انداز میں استاد اپنی بات طلبہ کے سامنے پیش کرسکے گا اتنا ہی وہ بات ان پر موثر ہوگی۔

☆...... معلم اپنے اسباق کی مکمل منصوبہ بندی کرے، بہتر ہے کہ پورے تعلیمی سال کا خاکہ تیار کرکے رکھے، جس میں سال کے اندر متوقع تعطیلات کو بھی سامنے رکھے تاکہ سال کے اختتام پر کتابیں مکمل کرواسکے اور بعد میں تعطیلات کی وجہ سے شیڈول متاثر نہ ہو۔

☆...... معلم کو چاہئے کہ درسگاہ میں جانے سے قبل یومیہ درس کی تیاری کرکے جائے، اس سے درس میں آسانی ہوگی اور طلبہ کے متوقع سوالات کے اطمینان بخش جوابات دے سکے گا، جس سے طلبہ کو بھرپور تعلیمی نفع ہونے کے ساتھ ساتھ طلبہ کے دلوں میں استاد کا وقار بلند ہوگا۔

☆...... تدریس کا انداز سلیس اور عام فہم ہونا چاہئے، مشکل اور پیچیدہ الفاظ سے گریز کرنا چاہئے۔ دوران درس اپنی علمیت کا رعب جمانے کی بجائے طلبہ کی استعداد اور ذہنی بالیدگی کو مدنظر رکھ کر گفتگو کرنی چاہئے، جس سے وہ بآسانی سبق ذہن نشین کرسکیں۔ باتوں میں الجھاؤ نہ ہو بلکہ مطلوبہ نکات کو واضح اور کھول کھول کر بیان کرنا چاہئے، صحیح گرامر کا استعمال اور مناسب الفاظ کا چناؤ اس میں مددگار ثابت ہوسکتا ہے۔

☆...... ایک درسگاہ میں ایک ہی وقت میں مختلف مزاج کے طلبہ علم حاصل کررہے ہوتے ہیں، ان کے مزاج اور نفسیات کو پہچان کر ان کے ساتھ برتاؤ کرنا بہترین معلم کی نشانی ہے۔ بعض اوقات کوئی فرد تہذیب سے ناآشنا ہوتا ہے، اس کے مزاج کی رعایت رکھنی چاہئے، سختی سے گریز کرنا چاہئے اور ان کی عزت نفس کا خیال رکھنا چاہئے۔ آپ

صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے بعض اوقات اعرابی عجیب انداز میں سوالات کرتے تھے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے لئے گنجائش رکھتے تھے۔ حتیٰ کہ ایک اعرابی نے مسجد میں پیشاب کیا تو چند صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین اس کو مارنے کے لئے آگے بڑھے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں روک لیا اور بعد میں اس اعرابی کو پیار سے سمجھایا کہ یہ مقامات اللہ تعالیٰ کے ذکر وعبادت کے لئے ہیں، پیشاب کرنے کے لئے نہیں ہیں۔

☆...... آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا سمجھانے کا ایک انداز یہ بھی تھا کہ اگر کسی کی اصلاح مقصود ہوتی تو اس کا نام لینے کی بجائے فرماتے کہ لوگوں کو کیا ہو گیا ہے کہ اس طرح کرتے ہیں۔ اس لئے جہاں تک ممکن ہو، کسی کا نام لے کر تنقید نہیں کرنی چاہئے۔ حدیث مبارکہ کا مفہوم ہے کہ ''جب بچہ پیدا ہو تو اس کا اچھا نام رکھو، جب سات سال کا ہو تو نماز کی ترغیب دو اور جب دس سال کا ہو تو نماز کا حکم دو''۔ یعنی اس میں بھی نفسیات کے پہلو کو سامنے رکھا گیا ہے کہ سات سال کی عمر میں فقط ترغیب دینی ہے، سختی نہیں کرنی اور جب بلوغت کے قریب ہو تو عبادت میں کوتاہی نہ کرے، پھر تادیبی صورت اختیار کرنی چاہئے۔ اسی طرح ایک اور حدیث مبارکہ کا مفہوم ہے کہ جب کوئی شخص حالت نزع میں ہو تو اسے کلمہ پڑھنے کا حکم نہ دو بلکہ تلقین کے انداز میں کلمہ کا ورد کرو، کیونکہ اس وقت انسان سختی میں ہوتا ہے، ایسا نہ ہو کہ انکار کر دے، یعنی عام حالت میں تو امید ورجا میں رہنے کا حکم ہے لیکن بیماری کی حالت میں صرف امید دلانی چاہئے، چنانچہ اس میں بھی نفسیات کی رعایت رکھنے کی ہدایت ہے۔ چنانچہ اس میں معلم اور مربی کے لئے یہ سبق ہے کہ طالب علم اور شاگرد کو تعلیم دیتے ہوئے اس کی جذباتی کیفیت اور نفسیاتی حالت کا خیال رکھنا چاہئے۔

☆...... ایک مرتبہ مولانا رومیؒ کہیں جا رہے تھے، راستے میں دو افراد آپس میں جھگڑا کر رہے تھے، ان میں سے ایک آدمی کہہ رہا تھا کہ اگر چہ میں کمزور ہوں لیکن تم اگر مجھے دس باتیں سناؤ گے تو ایک بات میں بھی سناؤں گا، مولانا رومیؒ وہیں رک گئے اور ان کو مخاطب کر کے فرمایا کہ تم دونوں مجھے باتیں سناؤ، تم مجھے اگر ہزار باتیں بھی سناؤ گے تو میں تمہیں ایک بھی نہیں سناؤں گا، اس پر وہ دونوں شرمندہ ہوئے اور جھگڑا ختم کر لیا۔

تعلیم کے بارے میں طلبہ کی ذہن سازی کر کے ذوق پیدا کرنا چاہئے، تاکہ وہ نفسیاتی طور پر اس کے لئے آمادہ ہوں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم بعض اوقات استفہامیہ انداز اختیار کرتے اور فرماتے کہ کیا میں آپ کو یہ نہ بتاؤں؟...... جب تشویق اور دلچسپی پیدا ہو جاتی تو پھر فرماتے کہ یہ بات ہے۔ کبھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم خود ہی استفسار فرماتے کہ کیا آپ کو معلوم ہے؟ صحابہ کرام عرض کرتے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم آپ ہی فرما دیجیے، تو آپ ان کو بتا دیتے۔ بعض دفعہ کوئی اہم بات ہوتی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم متوجہ کرنے کے لئے بار بار پکارتے، پھر اس کے بعد بات بتلاتے۔ بعض اوقات آپ صلی اللہ علیہ وسلم عین موقع پر جب کہ آدمی کے حواس مکمل بیدار ہوتے ہیں تو

تربیت کی کوئی بات فرما دیتے تھے۔ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سب سے آخری وصیت مجھے اس وقت کی، جب میں نے گھوڑے کی زین پر قدم رکھا ''احسن خلقك للناس'' معاذ لوگوں کے لئے اپنے اخلاق کو اچھا کرو۔

☆...... ایسے طلبہ جو پڑھنے سے گھبراتے ہوں، بالخصوص کم استعداد والے طلبہ عموماً دباؤ کا شکار ہوتے ہیں اور استاد کی نظروں سے بچنے کے لئے پچھلی نشستوں پر بیٹھنے کی کوشش کرتے ہیں، بعض طلبہ اپنے ذاتی مسائل کی وجہ سے تعلیم پر توجہ مرکوز نہیں رکھ سکتے یا بعض اساتذہ، قابل اور لائق طلبہ پر زیادہ توجہ دیتے ہیں، لائق طلبہ سے سبق پڑھوایا جاتا ہے اور رسمی کارروائی پوری کی جاتی ہے اور کمزور طلبہ ان کی توجہ سے محروم رہتے ہیں، یہ صورت حال کمزور طلبہ کو تعلیم سے محروم کرنے کا باعث بن سکتی ہے، جبکہ استاد کی خصوصی توجہ، ذہن سازی اور حوصلہ افزائی اس کے لئے تریاق کا کام کرے گی اور انہیں مزید محنت کے ساتھ منزل کی طرف قدم بڑھانے پر آمادہ کر سکتی ہے۔ الغرض طلبہ میں علم حاصل کرنے کا جذبہ ابھارنا چاہئے اور انہیں ایسی مثالیں پیش کرنی چاہئیں جس سے ان کے اندر حصول علم کا ذوق و شوق پیدا ہو اور وہ معاشرے میں اپنا مقام بنانے اور ترقی کرنے کے لئے علم حاصل کرنا ضروری خیال کریں اور اس کے لئے خوب دل لگا کر محنت کریں۔

☆...... بے جا سرزنش سے پرہیز کرنا چاہئے کیونکہ ڈانٹ ڈپٹ اور تشدد سے طالب علم نفسیاتی دباؤ کا شکار ہو جاتا ہے۔ اس لئے یہ بات بہت اہم ہے کہ نفسیاتی طور پر طلبہ جتنا استاد سے مانوس ہوں گے، اتنا ہی تعلیم کے لئے رجحان زیادہ ہوگا۔ انسیت کی وجہ سے انہیں وضاحت طلب نکات کے بارے میں سوال کرتے ہوئے جھجک محسوس نہیں ہو گی۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ کی روایت ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہم میں بالکل گھل مل جاتے تھے، وہ فرماتے ہیں کہ میرے چھوٹے بھائی کے پاس ایک پرندہ تھا جو کہ مر گیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم میرے بھائی سے اس کے بارے میں دریافت فرماتے: ''یا ابا عمیر ما فعل النغیر''۔ کبھی کبھار مجھ سے فرماتے ''یاذاالاذنین''۔

☆...... تاہم معلم اور متعلم کے تعلق میں توازن ضروری ہے۔ بے جا تشدد جہاں نقصان دہ ہے، وہیں حد سے زیادہ بے تکلفی کے بھی مضر اثرات ہوتے ہیں۔ استاد کا رعب بہر حال باقی رہنا چاہئے، ورنہ درسگاہ میں علمی ماحول کو برقرار رکھنا مشکل ہو جائے گا، جو کہ طلبہ کے علمی نقصان پر منتج ہوگا۔

☆...... طلبہ کی تذلیل وتضحیک ہرگز نہیں کرنی چاہئے، سمجھانے کا انداز ایسا ہو کہ طالب علم کی عزت نفس مجروح نہ ہو، ورنہ طالب علم احساس کمتری کا شکار ہو کر آگے بڑھنے کے جذبے سے محروم ہو جائے گا۔ طلبہ کے ساتھ یکساں برتاؤ ہونا چاہئے۔ درسگاہ میں تمام طلبہ کو یکساں نگاہ سے دیکھنا چاہئے، کسی کو کسی پر ترجیح نہیں دینی چاہئے، البتہ کمزور

استعداد کے حامل طلبہ پر زیادہ محنت اور خصوصی توجہ سے بہتر نتائج مرتب ہو سکتے ہیں۔

☆...... حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے ایک مرتبہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ بہترین ایمان کیا؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ''الحب للہ، البغض للہ''۔ میں نے عرض کیا کہ اور اس کے علاوہ مزید؟ تو آپ نے فرمایا کہ آدمی جو کچھ اپنے لئے پسند کرتا ہے، وہی دوسروں کے لئے بھی پسند کرے اور جو اپنے لئے ناپسند کرے، وہ دوسروں کے لئے بھی ناپسند کرے۔ یوں تو یہ ہماری پوری زندگی کے لئے رہنما اصول ہے، یہاں ایک پہلو یہ بھی ہے کہ معلم جو کچھ اپنی اولاد کے لئے پسند کرتا ہے، وہی اپنے طلبہ کے لئے بھی پسند کرے، جس معیار کی تعلیم اپنے بچوں کے لئے پسند کرتا ہے، اپنے طلبہ کو بھی اسی معیار کے مطابق پڑھائے، نیز طلبہ کی تربیت اس انداز سے کی جائے کہ ان میں بھی اخوت، مساوات، ایثار اور قربانی کا جذبہ پیدا ہو اور وہ اس اصول پر عمل کرنا سیکھیں۔

☆...... معلم کا منصب اس بات کا بھی متقاضی ہے کہ ذاتیات سے بالاتر ہو کر طلبہ کی تعلیم پر توجہ دی جائے۔ اگر کسی طالب علم کا کوئی عمل ناگوار گزرا ہے یا کوئی ذاتی معاملہ ہے تو اسے درسگاہ میں اثر انداز نہیں ہونا چاہئے، نہ ہی اسے عتاب کا ہدف بنانا چاہئے۔ بلکہ بطریق احسن اس کو سمجھانا اور اس کی راہنمائی کرنا معلم کا فرض ہے۔

ایک مرتبہ ایک شخص حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالی عنہ پر مسلسل تنقید کر رہا تھا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم دیکھ کر تعجب اور تبسم فرما رہے تھے، آخر میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالی عنہ نے بھی اس کی بعض باتوں کا جواب دیا، جس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم ناراض ہوئے اور اٹھ کر کھڑے ہو گئے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالی عنہ، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تشریف لائے اور عرض کیا کہ وہ شخص مجھ پر تنقید کر رہا تھا تو آپ خاموش رہے اور جب میں نے جواب دیا تو آپ ناراض ہو گئے اور اٹھ کے کھڑے بھی ہو گئے۔ اس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب وہ شخص آپ پر تنقید کر رہا تھا تو ایک فرشتہ اس کا جواب دے رہا تھا، لیکن جب آپ نے جواب دیا تو وہ فرشتہ چلا گیا اور اس کی جگہ شیطان کود کر آ گیا۔ اس اسوہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اساتذہ کے لئے بہترین نمونہ پیش فرمایا کہ تربیت کس طرح کرنی ہے، اساتذہ وطلبہ کو اس اصول کو اپنانا چاہئے۔

☆...... طلبہ کو یکسانیت اور بوریت سے نکالنے کے لئے کبھی کبھار تعلیم کے ساتھ ساتھ دیگر ہم نصابی سرگرمیاں بھی ضروری ہیں، کیونکہ یہ ایک فطری تقاضا ہے کہ یکسانیت سے انسان اکتا جاتا ہے۔ اس بوریت اور اکتاہٹ سے نجات کے لئے بعض اوقات طلبہ کا ایسی سرگرمیوں میں مبتلا ہونے کا اندیشہ ہوتا ہے جو کہ ان کے اخلاق و کردار اور مستقبل کے اہداف کو سبوتاژ کر سکتی ہیں، اس لئے ادارے کی طرف سے معلمین کی نگرانی میں مثبت ہم نصابی سرگرمیوں کا اہتمام ہونا چاہئے۔

☆...... چونکہ معلم نے معاشرہ کے لئے ایک اچھا شہری، ایک اچھا انسان تیار کرنا ہوتا ہے اور اچھا انسان، اچھا شہری بننے کے لئے اچھے اخلاق وکردار کا حامل ہونا ضروری ہے۔اس لئے معلم کو خود بھی عمدہ اخلاق وکردار کا مالک ہونا چاہئے۔موطا امام مالک میں حدیث مبارکہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ''بعثت لاتمم حسن الاخلاق'' مجھے اخلاق حسنہ کی تکمیل کے لئے بھیجا گیا۔دوسروں کے اخلاق کی تکمیل تبھی ہو سکتی ہے، جب خود اعلیٰ اخلاق کا نمونہ بن کر دکھایا جائے۔تعلیم کے ساتھ ساتھ تربیت بھی خصوصی توجہ دینی چاہئے۔طلبہ کو اساتذہ اور والدین کا ادب واحترام سکھلایا جائے اساتذہ کو چاہئے کہ باہمی ادب واحترام کے ذریعے طلبہ کے سامنے نمونہ بھی پیش کریں۔یہاں یہ بات بہت ضروری ہے کہ انفرادی طور پر ہر طالب علم کے طور طریقوں پر نظر رکھنی چاہئے اور اصلاح کرنی چاہئے......

من حیث القوم ہمارا یہ المیہ ہے کہ ہم صرف تعلیم کی طرف توجہ دیتے ہیں اور تربیت سے ہمارا معاشرہ عاری ہو چکا ہے......نہ والدین کی اس طرف توجہ ہے، نہ اساتذہ کی......میڈیا نے تو اخلاقیات کا جنازہ نکال کے رکھ دیا ہے......والدین کی تربیت سے غفلت اور اخلاقی اقدار سے عاری ماحول نے نسل نو کو بے راہ روی پر گامزن کر دیا ہے، جس کی وجہ سے ہمارا معاشرہ صنم کدہ بن چکا ہے۔

یہ دور اپنے براہیم کی تلاش میں ہے　　　صنم کدہ ہے جہاں لا الٰہ الا اللہ

ہمارے اکابرین نے ہمیشہ سادگی اور تصنع وتکلف سے عاری زندگی کو اپنا اوڑھنا بچھونا بنایا۔علم کے میدان میں بہت مشقتیں برداشت کیں، صاحب مصابیح امام بغوی ابو محمد الحسین ابن مسعود رحمۃ اللہ علیہ بہت زاہد اور متقی تھے، فقط خشک روٹی کھایا کرتے تھے، حتیٰ کہ لوگوں نے کہنا شروع کر دیا کہ اپنے آپ کو بڑا زاہد اور متقی ظاہر کرتے ہیں ،اس پر انہوں نے تیل کے ساتھ روٹی کھانا شروع کر دی۔لیکن افسوس کہ اب علمیت پر مادیت غالب آ گئی اور کردار سازی کا عمل کمزور پڑ گیا۔خلوص، للّٰہیت اور سادگی وہ صفات ہیں جو کہ حصول تعلیم کے لئے بھی مددگار ہیں اور اخلاق و کردار کے اعلیٰ مقام پر بھی فائز کر دیتی ہیں۔معلم اپنے طلبہ کو زہد وتقویٰ اور اخلاص کا وہ نمونہ پیش کرے کہ جس پر عمل پیرا ہو کر وہ اچھے شہری بنیں اور مسلم معاشرے کی صحیح نمائندگی کر سکیں۔چنانچہ موجودہ تعلیمی انحطاط اور اخلاقی پستی کے تدارک کے لئے ہمیں انفرادی واجتماعی طور پر اپنا اپنا کردار ادا کرنا ہوگا اور آج کے معلم کو بھی پوری دیانتداری اور فرض شناسی کے ساتھ اپنی ذمہ داری پوری کرنے کے لئے ہمہ وقت کمربستہ رہنا ہوگا اور ان اوصاف وخصوصیات کے ساتھ اپنے آپ کو مزین کرنا ہوگا جن کا ذکر اس مضمون کر دیا گیا ہے، اللہ جل شانہ ہمارے اساتذہ اور معلمین کو ان اوصاف کے ساتھ متصف فرمائے اور ان کی محنتوں اور تعلیمی وتربیتی مساعی کو بارآور بنائے، آمین!